پروین شاکر کی شاعری میں تانیثی شعور کی جہتیں

نویلہ خانم۔سکالر(پی.ایچ.ڈی) شعبہ اردو جامعہ پشاور

ڈاکٹر روبینہ شاہین۔شعبہ اردو جامعہ پشاور

Abstract:

Feminism is one of the famous taste of female literary world. According to this specific aspect the women is not a disposable thing in man's hands. Without women's contribution the society can not exist its real feature. Perveen Shaker's poetry deals with the importance of female rolls. In her poetry, she has declared the inevitable roll of woman, which is not welling to reduce the importance of men. Because her poetry does not appreciate the distractive nature of human being.

پروین شاکر کی زندگی کی کہانی میں تانیثیت کے انتہا پسندانہ رویے بہت کم آئے ہیں یا یوں کہنا درست ہوگا کہ ان کی زندگی کے مختلف مراحل میں تانیثیت سے وابستگی کا شعور شکلیں تبدیل کرتا رہا ہے۔ بچپن میں پروین شاکر ایک حساس اور ذہین بچی تھیں، جس کا دل کومل اور نازک احساسات کی آماجگاہ تھا۔ دوشیزگی میں یہ جذبے پنپ کر کلی سے گلاب ہوتے ہیں اور جب وہ ازدواجی رشتے سے منسلک ہوتی ہیں تو یہی جذبے تلخ تجربات تلے نئی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح وہ زندگی کے رشتوں کی مٹھاس محسوس کرچکی تھیں۔ بدلتے رنگوں کے ساتھ ہر موسم میں متعین تانیثیت ان کے خوابوں اور تعبیروں کی دنیا پر اثر انداز رہی ہے لیکن ان کا مشرقی مزاج ان کا بھولا پن اور فکری عفت تانیثیت کے ان زاویوں سے دور رہی ہے جو مغرب کی عورت کو بدنام کر کے اس کی نسوانیت کو آزمائش میں ڈالتی رہی ہے۔ اس سے قبل کہ براہ راست پروین شاکر کی تانیثی جہتوں پر بات کی جائے تانیثیت کی اصطلاح کا سرسری تعارف ضروری ہے۔

تانیثی شعور عورت کی آگاہی کے افق پر پھیلنے والے وہ زاویے ہیں، جو اسے معاشرے کا کلیدی حصہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ عرفِ عام میں یہ نسوانیت کا احساس، شعور میں معرفت اور عرفان حاصل کرنے کی جستجو ہے لیکن ادب میں اس کا رواج مخصوص اصطلاحی معنوں میں ہوتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت دنیا کی نصف آبادی سے زیادہ ہے۔ لہٰذا مرد سے وہ کسی طور کم نہیں ہے۔ اسے دوسری یا تیسری ترجیح پر رکھنا مردانہ معاشرے کا استحصالی رویہ ہے جس کی مذمت ضروری ہے۔ اس طرح ایک خاتون کو ملازمت، کاروبار اور جائیداد حاصل کرنے کا برابر حق حاصل ہے، اسے محروم کرنے والا طبقہ اس کا مجرم ہے۔اس لیے اپنے بنیادی حقوق کا شعور اور اس کے لیے ہر سطح پر جدوجہد تانیثی تحریک کی اساس ہے۔ تانیثیت در حقیقت خواتین میں مردانہ معاشرے کی من مانیوں کے خلاف ردِ عمل کی تحریک رہی ہے۔ چند اقتباسات سے اس کی معنوی سطح اور اجاگر ہو سکے گی۔

> ”تانیثی شعور سے ہماری مراد، مرد کی حاکمیت والے معاشرے جس میں تمام اقدار مردوں کے قائم کردہ ہیں۔ اس سے آگاہی ہے، تاہم موجودہ دور میں خواتین نے اقدار پر مردوں کی غالبیت کے خلاف آواز اٹھائی ہے یعنی ان کا کہنا ہے کہ عورتیں بھی اسی طرح آزاد ہیں، جس طرح مرد اور یہ نیا ثقافتی رجحان خواتین میں فلسفیانہ سطح پر تبدیلی پیدا کر رہا ہے“(۱)

اسی بالادستی کو تاراج کر کے عورت کی محکومی کا خاتمہ در اصل وہ تانیثی شعور ہے جو اپنے حقوق کے حصول کے لیے آواز بلند کرتا ہے۔اس سلسلے میں انیس ہارون مزید کہتے ہیں:

> ”فیمینزم نام ہے اس احساس کا, کہ معاشرے میں پدری نظام مسلط ہے اور مادی اور نظریاتی سطح پر عورت کی محنت، جنسیت اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا خاندان میں اور کام کرنے کی جگہ پر غرض پورے معاشرے میں استحصال کیا جاتا ہے اور اسے کچلا جاتا ہے اور وہ تمام مرد اور عورتیں جو اس حالت کو بدلنا چاہتے ہیں فیمنسٹ ہیں۔“(۲)

ایک فیمنسٹ کی حیثیت سے تانیثی شعور کی جہتیں پروین شاکر کی شاعری میں نمایاں نظر آتی ہیں۔ان کی پرورش ایک مشرقی ماحول میں ہوئی لہٰذا عالمی سطح پر اٹھنے والی تانیثی تحریک سے براہ راست آگاہ ہونے کے باوجود ان کا رویہ تخلیقی سطح پر شدید نہیں۔ وہ زندگی کے ہر محاذ پر بلاوجہ مرد سے الجھنا نہیں چاہتی حتیٰ

کہ ان کی رواداری کسی حد تک مرد کو ہرجائی پن کی رعایت بھی دیتی ہے۔ وہ مرد سے الجھنے کی بجائے اپنے دل کو یہ کہہ کر سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں:

"وہ جہاں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی"(۳)

وہ اپنے تخلیقی رویوں میں مثبت اور معتدل ہیں اور اس تعمیری اقدار کی پاسداری میں وہ ہرجائی مرد کے لوٹنے کا انتظار کرتی ہیں:

"وہ مجھ کو برف کے طوفاں میں کیسے چھوڑ گیا
ہوائے سرد میں بھی جب میری حفاظت کی"(۴)

اس شعر میں پروین شاکر کا تانیثی شعور احتجاج کی سطح تک آتے آتے رک سا جاتا ہے۔ انہیں گلہ ہے کہ مردانہ رفاقت برف کے طوفان میں ساتھ دینے سے قاصر رہی ہے جو مردانگی کے خلاف عمل ہے لیکن اس عمل کے باوجود وہ مرد سے تعلق توڑنے کا اعلان نہیں کرتی بلکہ یہ کہہ کر معاملات کو سلجھانے کی کوشش کرتی ہیں کہ اسی مرد نے تیز ہواوں میں انھیں بکھرنے نہیں دیا تھا۔ لہٰذا ہمدردی کا ایک زاویہ پہلو بہ پہلو ان کے احتجاج اور تانیثی ردعمل کے ساتھ ساتھ چلتا دکھائی دیتا ہے جو انھیں ٹوٹنے نہیں دیتا اور ان کا ردعمل مرد کے خلاف بغاوت کا اعلان نہیں کرتا۔ پروین شاکر دوشیزگی کے احساس اور جذبوں نبرد آزما ہو کر کہتی ہیں:

"ایک لمحے کو میں سمجھی تھی کہ وہ آئے ہیں
در دستک کسی بچے کی شرارت نکلی"(۵)

اس طرح جب ان کے خوابوں کے افق پر تتلیاں پکڑنے کا موسم بیت جاتا ہے اور وہ گھریلو ذمہ داریاں سنبھال لیتی ہیں۔

سیاسی اور اقتصادی حالات نے تانیثیت کو جن محرومیوں کا شکار بنا دیا ہے۔ پروین شاکر ان حالات کو پس منظر میں رکھ کر بات کرتی ہیں اور بڑے سلیقے سے سمجھاتی ہیں کہ عورت افلاس زدہ معاشرے میں اخلاقی ابتری سے دوچار نہیں ہونی چاہیے۔ وہ برائے فروخت نہیں یا دیگر اجناس کی طرح اسے بازار میں خریدا اور بیچا نہیں جانا چاہیے۔ مشرقی ماحول میں وہ شوہر کو نگران اور محافظ سمجھتی ہیں۔ وہ اسے شریک حیات مانتی ہیں۔ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ معاشی اور اقتصادی ضرورتوں پر اس کی وفاداری اور سلیقہ شعاری کو قربان کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں پروین شاکر کا شعر ملاحظہ کیجیے:

”بھیڑیے مجھ کو کہاں پا سکتے
وہ اگر میری حفاظت کرتا“(۶)

بھیڑیے وہ جنسی درندے ہیں جو اپنی پیاس بجھانے کے لیے معصوم عورتوں کا جنسی استحصال کرتے ہیں یا دولت و اقتدار کے بل بوتے پر اپنے مذموم مقاصد کا حصول کرتے ہیں۔ مذکورہ شعر میں وہ محافظ مرد کی کمزوری کو اقتصادی بدحالی کے ساتھ تنقید کا نشانہ بناتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں کہ اگر محافظ ہتھیار نہ پھینکے تو غربت و افلاس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

پروین شاکر کے تخلیقی افق پر تانیثیت کا صنفی پہلو بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ وہ عورت کے وجود کو زندگی کا مرکز و محور مانتی ہیں اور یہ تسلیم کرتی ہیں کہ عورت کوئی دل بٹھانے کی شے نہیں ہے۔ مردوں کے معاشرے میں عورت کو محض وقت گزاری کی شے سمجھنے والوں کی نفی کرتی ہیں چنانچہ پروین شاکر اپنی شاعری کے ذریعے سب سے پہلے عورت کی انسانی حیثیت کو قائم دیکھنا چاہتی ہے۔ وہ عورت کے وجود کو بے راہ روی اور تعیش کا وسیلہ جاننے والوں کا راستہ روکتی ہیں:

”آنے والی رتوں کے آنچل میں
کوئی ساعت سعید کیا ہوگی
رات کے وقت رنگ کیا پہنوں
رونی کی کلید کیا ہوگی“(۷)

شاعرانہ انداز میں وہ بتاتی ہیں کہ جب کسی شے کی بنیاد غلط ہو تو اس پر عمارت تعمیر کرنا حماقت ہے لہٰذا عورت کے وجود کے مفہوم کو سمجھ کر اس کے ساتھ برتاؤ کرنا ضروری ہے۔

پروین شاکر کے یہاں تانیثیت کی ایک اور جہت بھی موجود ہے جو انھیں احساس کمتری کے ماحول سے نکال کر برتری اور تفوق کا احساس دلاتی ہے۔ وہ اپنے من میں ڈوب کر زندگی کا سراغ پاتی ہے تو ایک نڈر عورت اس کے اندر سے جنم لیتی ہے جو کمزور مردانہ حیلوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالتی بلکہ اپنی موجودگی سے مدمقابل کے اعصاب پر لرزا طاری کر دیتی ہے۔

”میں اک نوزائیدہ چڑیا ہوں لیکن
پرانا باز مجھ سے ڈر رہا ہے“(۸)

اس شعر میں پروین شاکر کو ضرور یہ احساس ہو رہا ہے کہ مرد سے ٹکرانا بالکل ان کے لیے ایسا ہے جیسے ممولے کو شہباز سے لڑادیا جائے لیکن خود آگہی کا سفر انھیں یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ کمزوریوں میں رہ کر آدمی کمزرویوں کا اسیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ خوف کا حصار توڑتی ہے تو مرد جو بظاہر باز نظر آتا ہے۔اس کا دم خم ہوا میں تحلیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ محولہ بالا شعر میں صنفی بے چارگی کی طرف اشارہ موجود ہے لیکن وہ یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ عورت کا وجود مرد کی کمزوری ہے اور نئی نسل کی دوشیزہ بے باکی اور آگہی کے سبب عہدِ رفتہ کے مردوں سے زیادہ توانا اور دلیر ہے۔ وہ اپنے جذبات کو دباتی نہیں بلکہ بڑے قرینے سے ان کا مناسب اظہار کرنا جانتی ہے۔

پروین شاکر کے یہاں تصادم کی جہت موجود ہے لیکن براہ راست تصادم نظر نہیں آتا۔ یہ ان کا مثبت رویہ ہے جو فن کو محض ایک نعرے تک محدود ہونے سے بچالیتا ہے۔ اس ضمن میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ:

> ”ایک مرد مرکزی معاشرے میں وحدت ، قوت، تعقل اور وضاحت مثبت اوصاف تسلیم کیے جاتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ تمام اوصاف مرد سے مخصوص ہیں جبکہ کثرت تنوع اور اس سے پیدا ہونے والا ابہام، جذبے کا وفور اور جسم سے منسوب مادیت منفی ہیں اور عورت کی صفات تسلیم کی جاتی ہیں۔ اس کثرت تنوع، ابہام اور ورائے نمائندگی کی وحدت اور تعقل کا پابند کرنے کی خواہش سے عورت کی وہ تعریف بر آمد ہوتی ہے جس سے جولیا کرسٹیو اور دوسرے تانیثی نظریہ ساز انکار کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک تانیثیت کا پہلا فرض مختلف نوع کے معاشرتی / سیاسی یا ادبی متون میں ان وسائل کی شناخت ہے جن کے ذریعہ مرد اساس معاشرے میں تصورات کا یہ تفریق /ترجیحی نظام منعکس ہوتا ہے“(۹)

پروین شاکر کے یہاں تانیثیت کا ایک نمایاں پہلو اپنی نسوانی خواہشات کی ناآسودگی کی تسکین کرنا بھی ہے۔ بین السطور وہ یہ پیغام دینا چاہتی ہیں کہ عورت کے جسم اور روح کے تقاضے نظر انداز نہیں کیے جاسکتے ورنہ معاشرے میں عدم استحکام کی صورت جنم لیتی رہے گی اور ترقی کا سفر آگے نہیں بڑھ پائے گا۔ پروین شاکر ”محبت آشنا“ نظم میں واضح کرتی ہیں کہ محبت کی آڑ میں جنسی نفسیات کائنات کے رنگوں کی تصویریں بنارہی ہیں۔

ان تصویروں میں عورت کے نیم برہنہ جذبات اور نیم پوشیدہ جنسی ولولے بھی بے نقاب ہو رہے ہیں۔ نظم کی علامتوں کو سمجھنے کے بعد یہ راز کھل جاتا ہے کہ یہ ان کی تانیثی رد عمل کا تخلیقی اظہار ہے۔اس حوالے سے ان کی نظم ملاحظہ کیجیے:

”میں تجھ سے مل کے جو نہی باہر آئی
مارچ کی تیکھی ہَوا
بچپن کے ساتھی کی طرح سے
رنگ کی پچکاریاں تھامے کھڑی تھی
قبل اس کے
میں ہَوا کی مسکراہٹ کو سمجھ پاتی
میری پیاری سہیلی
رنگ میں مجھ کو بھگوتی، کھکھلاتی، ناچتی
پل بھر میں او جھل ہو چکی تھی
اور پل بھر میں ہی
میرے جاگتے تن پر
دھنک کی اتنی قوسیں بن چکی تھیں
آج جتنی بار مجھ کو دیکھ کر تو مسکرایا تھا!“(١٠)

پروین شاکر کی شاعری نسوانی عوارض یا انتقامی رویے کے تناظر میں متعین عنوانات کے تحت تخلیق پذیر نہیں ہوئی تاہم اس میں ہر اس تحریک کی بازگشت سنائی دے رہی ہے جو عالمی سطح پر وقتاً فوقتاً رونما ہوتی رہی ہیں۔ ذیل میں ان کی شاعری کے نمونوں کی مدد سے ان حوالوں کو اجاگر کیا جارہا ہے جو ان کی تانیثیت کا مطمع نظر یا ان کی نظریاتی عورت کے وجود کو ابھارتی رہی ہے۔

ترقی پسند شاعری کے تناظر میں پروین شاکر تانیثیت کی سب سے توانا آواز رہی ہے۔ان کی شاعری نسائی آگہی کا مثبت پیغام دینے کے ساتھ ساتھ مردوں کے منافقانہ اور دکھاوے کا روپ آشکارا کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔پروین شاکر ایک انتہائی حساس ذہن کی مالک تھیں۔ایک بنجارے کی طرح اپنے خوابوں کے جزیروں کی تلاش میں بھٹکتی رہیں۔دکھوں اور اذیتوں کی طویل سفر طے کیے اور تصور کے نئے نئے الف لیلوی جزیرے

خلق کیے اور انہی جزیروں میں وہ ایک شہزادی کی طرح ماضی کے نغمے سناتی رہی لیکن جوں ہی زندگی کی طویل مسافتوں میں شادمانیوں نے دستک دی تو وقت کی تلوار نے مستقبل کا سہانا خواب روند ڈالا، نہ وہ خوابوں کا شہزادہ رہا۔ خوبصورت رنگوں کی سب تتلیاں اپنے طلسمی مسکن کو اڑا لے چلی اور اپنی خون آلود حنائی ہتھیلیوں سے آنکھوں کو ملتی ہوئی معصوم شہزادی دشت وبیاباں میں اکیلی رہ گئی۔ تانیثی جذبات سے بھرپور پروین شاکر کی یہ نظم "اندیشہ ہائے دور دراز" کچھ ایسے ہی خوابوں اور خیالوں سے متعلق ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

"اداس شام دریچوں میں مسکراتی ہے
ہوا بھی دھیمے سروں میں کوئی اداس سا گیت
میرے قریب سے گزرے تو گنگناتی ہے
میری طرح سے شفق بھی کسی کی سوچ میں ہے
میں اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوں
مری نگاہ دھندلکوں میں الجھی جاتی ہے
نہ رنگ ہے، نہ کرن ہے، نہ روشنی، نہ چراغ
نہ تیرا ذکر، نہ تیرا پتہ، نہ تیرا سراغ
ہوا سے خشک کتابوں کے اڑ رہے ہیں ورق
مگر میں بھول چکی ہوں تمام ان کے سبق
ابھر رہا ہے تخیل میں بس تیرا چہرہ
میں اپنی پلکیں جھپکتی ہوں اس کو دیکھتی ہوں
میں اس کو دیکھتی ہوں اور ڈر کے سوچتی ہوں
کہ کل یہ چہرہ کسی اور ہاتھ میں پہنچے
تو میرے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کوئی تحریر
جو ان خطوط میں روشن ہے آگ کی مانند
نہ ان ذہین نگاہوں کی زد میں آجائے"(۱۱)

پروین شاکر نے نوجوان نسل خصوصاً نسائی طبقے کے احساسات اور نفسیات کی پیچیدگیوں کو اپنی شاعری کا محور بنایا۔ تاریخ اردو ادب میں انھوں نے خواتین کی شعری تخلیقات کو عزت اور اعتماد سے آشنا کیا۔ جدید عہد

کے تاثر سے شاعری میں ایسے دائرے اور خطوط کھینچے جس سے ہم عصر خواتین شاعرات میں ممتاز اور انفرادی حیثیت بنائی اور آنے والوں کے لیے بھی راہ ہموار کی۔

پروین شاکر کی شاعری میں تانیثی شعور کی جہتیں مدو جزر کی صورت میں موجود ہیں۔ کہیں ایک احساس اچانک حاوی ہو کر اپنے حق کے لیے سرگرم عمل ہو جاتا ہے تو کہیں دوسرا شدید نسوانی جذبہ بنتِ حوا کی تحقیر کا ناگوار سلسلہ پاوں تلے روند دینے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ ان کی تانیثی شعور کا کوئی پڑاو بھی انتہا پسندانہ طرزِ عمل کا حامل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ خود ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہوتی ہیں اور نہ معاشرے کے معلوم خال وخد کو بگاڑنے کی سعی کرتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ سماجی سطح پر پروین شاکر کی تانیثیت معاشرے کی تشکیل کے عمل کو روکتی نہیں، رویوں کی تعمیر اور تطہیر پر ان کی تخلیق اپنا زور صرف کرتی ہے۔ ان کی مجموعی حکمت عملی ضبط وبرداشت کو اثاثہ بناتی ہے تاہم جہاں جہاں تحمل وبرداشت سے بات بنتی نہیں دکھائی دیتی وہاں پروین شاکر کی تانیثیت براہ راست اقدام بھی کرتی ہے۔ گھٹ گھٹ کر مر جانے سے وہ بہتر سمجھتی ہیں کہ اس حصار سے باہر نکل آئے۔ جو ان کے وجود کو منتشر کر رہا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ سماجی سطح پر اس رویے سے بگاڑ کا احساس بھی ہو گا لیکن رفتہ رفتہ بات اعتدال کی سطح پر آئے گی:

”عجب مکان ہے کہ جس میں مکیں نہیں آتا
حدود شہر میں کیا دل کہیں نہیں آتا
میں جس کے عشق میں گھر بار چھوڑ آیا ہوں
یہی وہ شخص ہے مجھ کو یقیں نہیں آتا“(۱۲)

اس خاص تناظر میں یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

”عورت کی اپنی خواہشات، تمنائیں اور آرزوئیں تمام مرد کے ماتحت ہو چکی تھیں اور اس کی زندگی کا ایک مقصد تھا کہ اس کا شوہر یا اس کا باپ اس سے خوش رہے، جب قانونی بیوی اور خاندانی عورت اس حد تک گر جائے، دنیا کے بارے میں اسے بے خبر بنا دیا جائے اور اسے اپنے ارد گرد کے ماحول کے بارے میں پتہ نہیں تو اس صورت میں عورت محض بچہ پیدا کر کے نسل چلاتی ہے اور خاندان کی عزت بن کر دم توڑتی ہے“(۱۳)

اس سلسلے میں کشور ناہید کا کہنا ہے کہ مرد کے ساختیاتی معاشی نظام کے باعث زمانے میں نفسا نفسی خود غرضی اور ذاتی نفع حاصل کرنے کی یک طرفہ سوچ پر حاوی رہی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ کل طاقت بن جانے کا مردانہ تصور، خود انانیت کے کانٹے بوتا رہا اور یہی سوچ تھی کہ جس نے عورت کو زندگی میں برابر کا ساتھی سمجھنے کی مبادیات سے پوری انسانیت کو ناواقف رکھا۔(۱۴)

بہر حال جب پروین شاکر تانیثیت کے سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں تو مرد و زن کی طرز حیات میں صنفی تفریق پر بھی روشنی ڈالتی ہے لیکن دونوں کے مابین حقوق کی غیر مساوی تقسیم پر احتجاج کرتی نظر آتی ہیں۔

پروین شاکر کی تانیثیت ملک کی سطح پر سیاسی نظام کے منفی اثرات کا قلع قمع کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح بین الاقوامی سیاست کے تناظر میں عورت کے وجود کو داؤ پر لگتا دیکھ کر اس کے احساس محرومی کا ازالہ بھی کرتی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ عورت مرد کی خاندانی اکائی مکمل کرنے کے لیے تخلیق ہوئی ہے۔ اسے سیاسی بازیگری کا محور بنانا یا اسے ڈیکوریشن پیس بنا کر پیش کرنا اس کے ساتھ ناانصافی ہے۔ چنانچہ وہ اس رویے سے تخلیقی سطح پر اختلاف کرتی ہوئی کہتی ہیں:

"بچھا دیا تھا گلابوں کے ساتھ اپنا وجود
وہ سو کے اٹھے تو خوابوں کی راکھ اٹھاؤں گی"(۱۵)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پروین شاکر کی تانیثیت کا شعوری اور غیر شعوری سفر انھیں کہاں کہاں لے جاتا ہے، ان سے کیا کیا تخلیقی اور شعری مراحل سر کرتا ہے۔ اس کا پورا ریکارڈ ان کی کلیات "ماہ تمام" سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ پروین شاکر کی آواز اردو ادب میں نسوانی حوالے سے ایک توانا آواز ہے۔ اس کی آواز کہیں مدھم، کہیں تیز اور کہیں گونج پیدا کر دیتی ہے۔ وہ عورت کی بے بسی اور مظلومیت کی ترجمان ہیں ان کے نسوانی جذبوں کا عکس پروین شاکر کی شاعری میں بھرپور انداز میں جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

حواشی

1۔ عبدالکریم ذاکرنائیک،ڈاکٹر، اسلام میں خواتین کے حقوق۔ جدید یا فرسودہ،لاہور:دارالنوادر، ۲۰۰۶،ص۳

2۔ انیس ہارون، فیمینزم اور پاکستانی عورت۔ مرتبہ ڈاکٹر قاضی عابد، پورب اکادمی، اسلام آباد، ص۲۳،۲۰۱۶

3۔ پروین شاکر۔ خوشبو۔ مراد پبلی کیشنز۔ اسلام آباد، ص۹۷۔۱۹۹۰

4۔ ایضاً۔ ص۱۴۸

5۔ ایضاً۔ ص۲۶۹

6۔ ایضاً۔ خود کلامی۔ ص۲۷

7 ایضاً۔ انکار۔ ص۱۰۰

8۔ ایضاً۔ خوشبو۔ ص۲۹۶

9۔ قاضی افضال حسین، متن کی تانیثی قرات۔ اردو ادب اور تانیثیت۔ پورب اکادمی اسلام آباد، ص۸۰۔ اگست ۲۰۱۶

10۔ پروین شاکر، خوشبو، ماہ تمام کلیات، مراد پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۹۰، ص۱۴۹

11۔ پروین شاکر۔ صدبرگ۔ مراد پبلی کیشنز اسلام آباد۔ ص۵۱۔۱۹۹۰

12۔ ایضاً، خود کلامی، ص۵۰

13۔ پروین شاکر۔ خوشبو۔ مراد پبلی کیشنز۔ اسلام آباد، ص۴۸۔۱۹۹۰

13 ضیا الدین، پروفیسر، ڈاکٹر، حافظ سید، عورت۔ قبل از اسلام، کراچی: النور ہیلتھ ایجوکیشن ٹرسٹ، ۲۰۰۶، ص۳۱

14۔ کشور ناہید، عورت خواب اور خاک کے درمیان، ص۱۹۰

15۔ پروین شاکر۔خوشبو۔مراد پبلی کیشنز۔اسلام آباد،ص۳۸۔۱۹۹۰